شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۶

تسلیم ورضا

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ

حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبّت ہے
بہ اُمّیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبّت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں یہ نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف وتالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض وبرکات کا مجموعہ ہیں

ضروری تفصیل

وعظ : تسلیم ورضا

واعظ : عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ٣ رمضان المبارک ١٤٠٩ھ مطابق ١٠ اپریل ١٩٨٩ء بروز پیر

مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہ (خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

تاریخ اشاعت : ٣ ربیع الثانی ١٤٣٦ھ مطابق ٢٣ جنوری ٢٠١٥ء

زیرِ اہتمام : شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ٢، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080 اور +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک ٢، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شایع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شایع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل
نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ
ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

پیش لفظ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مُرشدی و مولائی حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب اطال اللہ بقاءہم وادام اللہ برکاتہم و انوارہم ۳ رمضان المبارک ۱۴۰۹؁ھ مطابق ۱۰ اپریل ۱۹۸۹؁ء بروز دوشنبہ سفر ہندوستان سے واپس کراچی تشریف لائے، یہاں آکر معلوم ہوا کہ حفیظ الرحمٰن صاحب جو حضرت والا کے ہم وطن ہیں یعنی پرتاپ گڑھ کے رہنے والے ہیں اور پڑوس میں قریب ہی رہتے ہیں، ان کی والدہ کا انتقال ہو گیا اور صبح ہی تدفین ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

اگلے دن ۴ رمضان المبارک ۱۴۰۹؁ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۸۹؁ء صبح تقریباً گیارہ بجے حضرت والا اُن کے گھر تعزیت کے لئے تشریف لے گئے اور گھر والوں کی تسلی کے لئے کچھ کلمات فرمائے۔ سننے والے جانتے ہیں کہ حضرت والا کے کلام میں اللہ تعالیٰ نے عجیب تاثیر عطا فرمائی ہے وہ یقیناً ایک سحر حلال اور از دل خیزد بر دل ریزد کا مصداق اور غمزدہ و شکستہ دلوں کے لئے ایک مرہم و تسکین ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی نے آگ پر پانی ڈال دیا اور سامعین اپنے تمام غموں کو بھول کر اللہ کی محبت سے مست اور تسلیم و رضا کی کیفیت سے سرشار ہو جاتے ہیں اور بزبان حال کہتے ہیں ؎

خوشا حوادثِ پیہم خوشا یہ اشکِ رواں
جو غم کے ساتھ ہو تم بھی تو غم کا کیا غم ہے

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ حالت ہو جاتی ہے ؎

اُس خنجرِ تسلیم سے یہ جانِ حزیں بھی
ہر لحظہ شہادت کے مزے لوٹ رہی ہے

یہ حضرت مرشدی دامت برکاتہم ہی کا شعر ہے۔ غرض حضرت والا کی تقریر کی لذت کو کیا بیان کروں، کانوں میں رَس گھلتا جاتا ہے اور دل میں اُترتا جاتا ہے، اور افسردہ دلوں کو بادۂ عشق حق سے سرمست کر دیتا ہے۔

خدا رکھے میرے ساقی کا مے کدہ آباد
یہاں پہ جامِ محبت پلائے جاتے ہیں

خدا گواہ کہ ناآشنائے درد یہاں
نگاہِ عشق سے بسمل بنائے جاتے ہیں

یہ وہ چمن ہے جہاں طائرانِ بے پَر و بال
بسُوئے عرش بیک دم اُڑائے جاتے ہیں

یہ اہلِ دل کی ہے مجلس یہاں پہ دل والے
اسیرِ دردِ محبت بنائے جاتے ہیں

اللہ تعالیٰ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کا فیض سارے عالم میں عام و تام فرمائے اور حضرت والا دامت برکاتہم کو طویل عمر صحت و عافیت اور دین کی عظیم خدمت کے ساتھ عطا فرمائے اور قیامت تک حضرتِ اقدس کے فیوض و برکات جاری رکھے اور دین کے ایسے عظیم الشان کام لے لے کہ تا ابد ان کے نشانات نہ مٹ سکیں۔ آمین یارب العالمین بحُرمۃ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

وعظ کے بعد حفیظ الرحمٰن صاحب اور ان کے والد صاحب نے فرمایا کہ حضرت کے بیان سے دل میں ٹھنڈک پڑ گئی۔ اور تمام سامعین کو انتہائی نفع ہوا اور خواہش ظاہر کی کہ اس کو شائع کر دیا جائے۔

لہٰذا بفضلہٖ تعالیٰ اس کو کیسٹ سے نقل کرکے مرتب کر دیا گیا اور اس کا نام تسلیم و رضا تجویز کیا گیا۔

اللہ تعالیٰ قبول فرماویں اور اُمتِ مسلمہ کے لئے نافع اور غمزدہ لوگوں کے لئے باعثِ تسلی اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا ذریعہ بناویں، آمین۔

مرتب:

یکے از خدام حضرت مولانا حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

تسلیم ورضا

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی، اَمَّا بَعْدُ

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ

قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾[1]

وقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ

اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ[2]

حضرات سامعین! اس وقت میں آپ کے گھر پر جو حاضر ہوا ہوں اس کی وجہ یہ ہے کہ حبیب الرحمٰن صاحب کی اہلیہ (والدہ حفیظ الرحمٰن) کا انتقال ہوا اور اس کے دو چار گھنٹہ کے بعد میں بمبئی سے واپس ہوا۔ اس وقت مجھے علم ہوا۔

جس کے یہاں کوئی صدمہ اور غم پہنچ جائے وہاں حاضر ہونا اور کچھ تسلی کے کلمات پیش کرنا اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت قرار دیا ہے۔ تعزیت کے معنیٰ ہیں تسلی دینا۔ اس لیے تعزیت سنت ہے اور سنت کی برکت سے اللہ تعالیٰ غمزدہ دلوں پر سکون و تسلی کا مرہم عطا فرماتے ہیں لہٰذا اس سنت کا ثواب لینے کے لیے اور اس سنت کو زندہ کرنے کے لیے، اور اس سنت کو ادا کرنے کے لیے مجھے اللہ تعالیٰ نے حاضری کی توفیق عطا فرمائی اور چونکہ یہ حضرات میرے ہم وطن ہیں، پرتاب گڑھ کے رہنے والے ہیں۔ یوں تو ہر مسلمان کے ذمہ ہر مسلمان کا حق ہے لیکن بعضے تعلقات کی وجہ سے اس محبت میں اور اضافہ ہو جاتا ہے، پھر پڑوسی

---

[1] البقرۃ: ۱۵۵،۱۵۶

[2] صحیح البخاری: ۱/۱۲۵ (۱۲۸۵) باب یعذب المیت ببکاء اھلہ علیہ، المکتبۃ المظھریۃ

کا حق بہت ہے، میرے تو آپ پڑوسی بھی ہیں۔ ایسے وقت میں لوگوں کو تسلی دینے سے اگر نفع نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو مسنون نہ فرماتے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے لیے وہی کام تجویز فرماتے ہیں جس میں ان کے بندوں کا فائدہ ہو۔ شریعت کے جتنے احکام ہیں سب میں ہمارا ہی فائدہ ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ہماری عبادت کے محتاج نہیں۔ اگر ساری دنیا ولی اللہ ہو کر، یورپ کے تمام کافر ممالک امریکا، رُوس، جرمن، جاپان وغیرہ ساری دنیا کے سلاطین مع رعایا مسلمان ہو کر سجدہ میں گر جائیں تو اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ایک ذرّہ اضافہ نہیں ہوگا۔ ان کی شان میں ہمارے سجدوں سے، ہماری عبادتوں سے اضافہ نہیں ہوتا، اور اگر ساری دنیا بغاوت کر جائے مان لیجئے کہ دنیا میں ایک مؤمن بھی نہ رہے تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ پاک کی عظمتِ شان ہماری عبادتوں سے اور بغاوتوں سے بے نیاز اور بالاتر ہے۔ سبحان اللہ! مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں ؎

من نہ گردم پاک از تسبیح شاں

میں اپنے بندوں کے سبحان اللہ کہنے اور پاکی بیان کرنے سے پاک تھوڑا ہی ہوتا ہوں۔ میں تو پہلے ہی سے پاک ہوں، بلکہ ؎

پاک ہم ایشاں شوند و درفشاں

جو سبحان اللہ کہتے ہیں اور میری پاکی بیان کرتے ہیں اس کی برکت سے میرے وہ بندے خود پاک ہو جاتے ہیں۔ جب تم کہتے ہو سبحان اللہ کہ اللہ پاک ہے تو ہماری پاکی بیان کرنے کے صدقے میں تم خود پاک ہوتے ہو، تم ہمیں کیا پاک کروگے، ہم نے تمہیں منی سے پیدا کیا، ناپاک قطرہ سے۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ کے دستور اور قانون کا یہ راز بتا رہا ہوں کہ رمضان کے روزے ہوں یا نماز ہو یا حج ہو یا زکوٰۃ ہو جتنے بھی احکام ہیں سب میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرے بندے عزت کے ساتھ رہیں لہٰذا جن چیزوں سے منع فرمایا وہ ہمارے اوپر ظلم نہیں ہے بلکہ اس میں ہماری عزت ہے۔ مثال کے طور پر جھوٹ بولنا ہے۔ جب آدمی کو پتہ چل جاتا ہے کہ اس نے جھوٹ بولا ہے تو ہمیشہ کے لیے دوسرے کی نظر میں اس کی عزت ختم ہو جاتی ہے۔ اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ یہ ہماری غیبت کرتا ہے، پیٹھ پیچھے بُرائی کرتا ہے تو ہمیشہ کے

لیے اس کی عزت ختم ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بد نظری کی ممانعت ہے کہ کسی نامحرم عورت کو مت دیکھو۔ اس میں بھی ہماری عزت ہے کیونکہ عورت جب دیکھتی ہے کہ یہ لوگ نیچی نظر کر کے گذر گئے تو کہتی ہے کہ بڑے شریف آدمی معلوم ہوتے ہیں جنہوں نے ہمیں نظر اُٹھا کر نہیں دیکھا۔

ملکِ شام جب فتح ہو رہا تھا تو عیسائیوں نے اپنی نوجوان لڑکیوں کو دو رویہ کھڑا کر دیا تھا تاکہ یہ مسلمان گناہ میں مبتلا ہو جائیں تو پھر فتح نہیں ہو سکتی، اللہ کی رحمت ہٹ جائے گی، لیکن صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے سپہ سالار نے فوراً آیت پڑھی:

قُلۡ لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ یَغُضُّوۡا مِنۡ اَبۡصَارِہِمۡ[۳]

اے نبی! آپ ایمان والوں سے فرمادیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی کرلیں، نامحرموں پر نہ ڈالیں۔ لٰہذا سارے لوگ نگاہیں نیچی کر کے گذر گئے۔ عیسائی لڑکیوں نے اپنے والدین سے جاکر کہا کہ آپ نے جو ہم کو ان لوگوں کے لیے جال بنایا تھا تو وہ لوگ ہمارے جال میں نہیں پھنسے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی شان ہم نے دیکھی، وہ فرشتے ہیں، انسان نہیں معلوم ہوتے اور جنگ فتح ہو گئی۔

تو ہمارے لیے شریعت میں جتنے بھی کرنے کے کام ہیں اور جتنے نہ کرنے کے کام ہیں دونوں میں ہمارا ہی فائدہ ہے۔ ہمارے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ دنیا کے لوگ جب کام لیتے ہیں تو کام کرا کے پھر مزدوری دیتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ایسے کریم مالک ہیں کہ بہت سے کاموں کو کہتے ہیں کہ نہ کرو اور نہ کر کے مجھ سے مزدوری لو۔ وہ کام کیا ہیں مثلاً جھوٹ نہ بولو، جھوٹ بولنا بھی تو ایک کام ہے۔ یہ کام نہ کرو، مزدوری لو، ثواب لو۔ غیبت نہ کرو اور مزدوری لو۔ عورتوں کو بُری نظر سے مت دیکھو، گانا مت سنو، چوری نہ کرو جتنے بھی گندے کام ہیں، خلافِ شریعت کام ہیں، ان کاموں کو نہ کر کے مجھ سے مزدوری لے لو۔

حضرت فرماتے تھے کہ دنیا میں کوئی فیکٹری مالک ایسا نہیں ہے جو اپنے مزدوروں

---

[۳] النور:۳۰

سے کہہ دے کہ بھائی تم لوگ یہ یہ کام نہ کرو اور کام نہ کرکے مزدوری لے لو۔ کام نہ کرا کے انعام دینا یہ اللہ تعالیٰ ہی کا کرم ہے۔ حدیثِ پاک میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص اللہ کے خوف سے اپنی نظر بچاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسی وقت اس کے دل میں ایمان کی مٹھاس پیدا کر دیتے ہیں یعنی حلاوتِ ایمانی عطا فرما دیتے ہیں۔[۴] یہ کتنی بڑی نعمت ہے! بصارت کی لذت لے کر بصیرت اور قلب کی لذت دے دی۔

اس وقت جو میری حاضری ہوئی ہے یہ تعزیت مسنون ہے اور اس سنت کے اندر بھی راز ہے کہ اس سے تسلی ہوتی ہے کیونکہ جس کی ماں یا باپ یا کوئی عزیز مرتا ہے اس کے قلب پر ایک زخم ہوتا ہے اور تسلی دینے سے اس میں کمی آتی ہے، تسلی دینے سے تسلی ہوتی ہے، جیسے زخم پر کوئی مرہم رکھ دے۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے اُوپر رحم فرماتے ہوئے ایسے وقت ایک دوسرے کے گھر جانا اور تسلی دینا سنت قرار دے دیا اور تسلی (تعزیت) کو تین روز تک کے لیے سنت قرار دیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ تین دن کے بعد غم گھٹنے لگتا ہے۔ تین دن تک غم اپنے جوش پر ہوتا ہے لہٰذا تین روز تک تسلی دینا سنت ہے۔ اس کے بعد مسنون نہیں۔ تین دن کے بعد یہ غم آہستہ آہستہ ہلکا ہوتے ہوئے سال دو سال کے بعد آپ کو یاد بھی نہیں آئے گا کہ دل پر کیا سانحہ گذرا تھا۔ تصور میں تو آئے گا کہ میری ماں نہیں ہے لیکن ایسا غم نہیں ہوگا جیسا اس وقت ہے۔ میری والدہ کا ناظم آباد میں جب انتقال ہوا، تقریباً پندرہ سال پہلے تو مجھے اتنا صدمہ ہوا کہ بس ان کی کوئی چیز دیکھنے کی ہمت نہیں ہوتی تھی۔ ان کی چارپائی دیکھ کر، ان کا پاندان دیکھ کر دل رونے لگتا تھا، لہٰذا میں اپنے دوستوں میں دل بہلانے کے لیے ٹیکسلا وغیرہ چلا گیا لیکن آج غم کا کوئی ایک ذرّہ معلوم نہیں ہوتا۔ بس ایک ہلکا سا خیال تو ہوتا ہی ہے ماں باپ کا۔ بھائی! ماں باپ کی محبت کو تو کوئی شخص بھول سکتا ہی نہیں۔ اس لیے کہ ماں باپ کے لیے اللہ تعالیٰ دُعا سکھا رہے ہیں۔ قرآن مجید میں آیت نازل کر دی کہ تم اللہ سے یوں کہو:

---

[۴] کنز العمال: ۳۲۸/۵، (۱۳۰۶۸) الفرع فی مقدمات الزنا و الخلوة بالاجنبية، مؤسسة الرسالة- المستدرك للحاكم: ۳۴۹/۴ (۷۸۷۵)

رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا[5]

اے میرے ربّ میرے ماں باپ پر رحمت نازل فرما
جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔

اللہ تعالیٰ سکھا رہے ہیں کہ اپنے ماں باپ کے لیے دعا کرتے رہو۔ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ماں باپ کا اکرام کرو۔ اگر عزت کے ساتھ محبت و اکرام کے ساتھ تم اپنے ماں باپ پر نظر ڈال دو تو ایک حج مقبول کا ثواب ملے گا:

مَا مِنْ وَلَدٍ بَارٍّ يَنْظُرُ اِلٰى وَالِدَيْهِ نَظْرَةَ رَحْمَةٍ
اِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهٗ بِكُلِّ نَظْرَةٍ حَجَّةً مَبْرُوْرَةً[6]

اور اگر تم نے ماں باپ کو ستایا تو موت نہ آئے گی جب تک کہ دنیا میں اس کا عذاب نہ چکھ لو گے۔ اس حدیث کی شرح میں محدثین فرماتے ہیں: كُلُّ الذُّنُوْبِ يَغْفِرُ اللهُ مِنْهَا مَا شَاءَ اِلَّا عُقُوْقَ الْوَالِدَيْنِ فَاِنَّهٗ يُعَجِّلُ لِصَاحِبِهٖ فِى الْحَيٰوةِ قَبْلَ الْمَمَاتِ یعنی گناہوں کی سزا تو آخرت میں ہے لیکن ماں باپ کا دل دُکھانے والوں کی سزا دنیا ہی میں آئے گی اور اس وقت تک موت نہیں آسکتی جب تک کہ اس کا بدلہ نہ مل جائے۔

میرے شیخ شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ایک شخص نے اپنے باپ کے گلے میں رسّی باندھی اور اس کو گھسیٹ کر بانس کے درختوں تک لے گیا جو سامنے دس بیس گز پر تھے۔ باپ نے بیٹے سے کہا کہ بیٹا! اب اس کے آگے مت کھینچنا ورنہ تو ظالم ہو جائے گا۔

اس نے کہا کہ بابا! کیا ابھی تک ظالم نہیں ہوں یہ جو بیس گز تک رسّی باندھ کر کھینچا ہے۔ باپ نے کہا کہ ہاں! تو ابھی تک ظالم نہیں ہوا کیونکہ میں نے بھی اپنے بابا کو یعنی تیرے دادا کو یہاں تک کھینچا تھا۔ لہٰذا ابھی تک تو مجھے اس کا بدلہ ملا، اب اس جگہ سے اگر تو آگے بڑھے گا تو ظالم ہو جائے گا۔

---

[5] بنی اسرآئیل: ۲۴

[6] شعب الایمان للبیہقی: ۲۸۹/۱۰ (۷۵۰۶)، مکتبۃ الرشد۔
مشکوٰۃ المصابیح: ۴۲۱، باب البر والصلۃ، المکتبۃ القدیمیۃ۔ الدر المنثور: ۳۰۲/۹

حضرت فرماتے تھے کہ میں نے دیکھا ہے کہ جن لوگوں نے اپنے ماں باپ کا اکرام کیا تو ان کے بچوں نے ان کا اکرام کیا اور جنہوں نے اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کی تو جب ان کے بچے بڑے ہوئے تو ان سے ویسا ہی بدلہ ملا ان کو۔ ایک ہاتھ سے دو، دُوسرے ہاتھ سے لو۔

تو ماں باپ کی محبت ایک فطری چیز ہے۔ لیکن مولانا رومی اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرماتے ہیں۔

مادراں را مہر من آموختم

اے لوگو اور ماؤں کی محبت پر ناز کرنے والو! ماں کی محبت میں نے ہی تو پیدا کی ہے۔ ان کے جگر میں مامتا میں نے ہی تو رکھی ہے لہٰذا میری محبت کا کیا عالَم ہو گا، تھوڑا سا اس کو قیاس کرو، ماؤں کی محبت پر ناز کرنے والو میری محبت کو بھی سوچو کہ جس کی مخلوق میں یہ اثر ہے کہ ماں اپنے بچوں کی تکلیف سے بے چین ہو جاتی ہے، چھوٹے بچے بستر پر پیشاب کر دیتے ہیں، ماں سوکھی جگہ پر بچے کو سلا دیتی ہے اور گیلی جگہ پر خود لیٹ جاتی ہے، رات بھر سردی میں کانپ رہی ہے لیکن اپنے بچے کو وہاں نہیں سونے دیتی۔ اگر بچے ذرا بیمار ہو جاتے ہیں تو رات بھر اس کی نیند حرام ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹروں کے یہاں دوڑ رہی ہے، بزرگوں سے دُعائیں کرا رہی ہے تعویذات لا رہی ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ماؤں کی محبت پر ناز کرنے والو! ہماری محبت کو بھی سوچا کرو کہ جب ہماری مخلوق میں یہ اثر ہے تو ہم تمہارے ساتھ کتنی محبت کرتے ہیں، لیکن تم محبت کا یک طرفہ ٹریفک چلا رہے ہو کہ ہم تو تمہارے ساتھ محبت کرتے ہیں اور تم ہماری یاد میں غفلت کرتے ہو، تم نے ہماری کوئی قدر نہ کی:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ[ک]

مولانا رومی نے فرمایا کہ دیکھو اگر کوئی حاجی تمہیں ایک ٹوپی پہنا دیتا ہے تو تم تین دفعہ اس کا شکریہ ادا کرتے ہو کہ حاجی صاحب اللہ آپ کو جزائے خیر دے کہ آپ نے ہمیں مکہ شریف کی ٹوپی پہنادی جس نے اللہ کا شہر دیکھا، مدینہ پاک کی ٹوپی آپ نے ہمیں دے دی۔ لیکن

ک الزمر: ۶۷

فرماتے ہیں کہ جس نے سر بنایا اس کا بھی کبھی شکر ادا کیا؟ اگر خدا سر نہ دیتا تو تم ٹوپی کہاں رکھتے، گردن پر رکھتے؟

لہٰذا ذرا اس کا بھی خیال کیا کرو کہ جس نے سر عطا فرمایا، اس کا کتنا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ اس سر کا شکریہ ادا کرو یعنی سجدہ کرو، نمازیں پڑھو۔ جو شخص نماز میں سر سجدہ میں رکھتا ہے، سر کا شکریہ ادا کرتا ہے، جب اللہ کے سامنے جھک گیا آدھے دھڑ کا شکریہ ادا ہو گیا اور جب سجدہ میں سر رکھ دیا تو پورے اعضا ہی بچھ گئے۔ سجدہ میں پورا شکر ادا ہوتا ہے، اس لیے اتنا قرب بندے کو کہیں نہیں ملتا جتنا سجدہ میں ملتا ہے۔

شاعر کہتا ہے جس نے سجدہ کا عجیب نقشہ کھینچا ہے ؎

پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں اُن کی اِدھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدّر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

سنگِ در دروازے کی چوکھٹ کو کہتے ہیں، جہاں سجدے میں سر ہوتا ہے اللہ کی چوکھٹ ہے وہ۔ اور فرماتے ہیں ؎

دن میں اسی کی روشنی شب میں اسی کی چاندنی
سچ تو یہ ہے کہ رُوئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

اگر چاند سورج کو اللہ روشنی نہ دیتا تو یہ کہاں سے لاتے، سورج کی روشنی بھیک ہے اللہ کی۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

گر تو ماہ و مہر را گوئی خِفاء

اے خدا! سورج اور چاند کو اگر آپ فرمادیں کہ تم اندھیرے ہو بے نُور ہو اور ؎

گر تو قد سرو را گوئی دوتا

اے اللہ! اگر آپ قدِّ سرو کو جو بالکل سیدھا ہوتا ہے اور شاعر لوگ اپنے محبوبوں کے قد سے تعبیر کرتے ہیں لیکن اے اللہ! آپ قدِ سرو کو یعنی سرو کے درخت کے قد کو کہہ دیں کہ تُو ٹیڑھا ہے اور ؎

گر تو کان و بحر را گوئی فقیر

اگر سونے اور چاندی کی کانوں کو اور سمندروں کو جہاں کروڑوں کروڑوں کے موتی ہوتے ہیں آپ فقیر فرمادیں اور ؎

گر تو چرخ و عرش را گوئی حقیر

اگر آسمانوں کو اور عرشِ اعظم کو آپ کہہ دیں کہ تم حقیر مخلوق ہو ؎

ایں بہ نسبت باکمال تو رواست
ملک و اقبال و غناہا مر تو راست

تو یہ آپ کی عظمت کے لیے زیبا ہے اور عزت و اقبال و بلندی آپ ہی کی شان کے لائق ہے کیونکہ آپ خالق ہیں، آپ ان کو حقیر کہہ سکتے ہیں کیونکہ آپ ہی نے ان کو روشنی دی۔

اس لیے شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

دن میں اسی کی روشنی شب میں اسی کی چاندنی
سچ تو یہ ہے کہ رُوئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

چاند سورج بھی بِھک منگے ہیں اللہ کے۔ اللہ سے مانگا ہے انہوں نے، اللہ سے پایا ہے یہ نُور۔

لٰہذا اللہ تعالیٰ کے نام میں دونوں جہاں کی لذت ہے۔ اللہ کا نام دونوں جہاں کی لذتوں کا کیپسول ہے۔ جن کو اللہ کے نام کا مزہ مل گیا انہوں نے سلطنتیں لٹادیں۔ سلطان ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے سلطنتِ بلخ کو لٹادیا۔ اللہ کے نام میں وہ مزہ پایا کہ سلطنت ان کو تلخ پڑ گئی اور آدھی رات کو گدڑی پہن کر اپنی حدودِ سلطنت سے نکل گئے اور دس سال نیشاپور کے جنگل میں دریائے دجلہ کے کنارے عبادت کی اور اللہ نے ان کو کس مقام پر پہنچایا کہ قرآن پاک کی تفسیروں میں ان کا تذکرہ آرہا ہے۔ رُوح المعانی جو پندرہ جلدوں میں ہے عربی زبان میں ہے جس کا کوئی ترجمہ نہیں۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی مفتی بغداد نے چوتھے پارے کی ایک آیت کی تفسیر کے ذیل میں ان کا قصہ بیان فرمایا ؎

اب میرا نام بھی آئے گا ترے نام کے ساتھ

کتنے بادشاہ مرگئے لیکن کیا قرآن کی تفسیر میں کسی کا ذکر آیا؟ ایک یہ بادشاہ ہے جس نے اللہ کی محبت میں سلطنت لٹادی آج اس کا ذکر قرآن کی تفسیروں میں ہو رہا ہے۔

دوستو! جو اللہ پر مرتا ہے تو اللہ کے نام کے ساتھ اس کا نام بھی مخلوق کی زبان پر آتا ہے۔ جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہے وہاں اللہ کے عاشقوں کا ذکر بھی ہوتا ہے۔

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ[۸] کا ترجمہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے آپ کے نام کو بلند کر دیا۔ اس کی تفسیر خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

اِذَا ذُكِرْتُ ذُكِرْتَ مَعِيْ[۹]

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جب بندے میرا نام لیں گے تو تیرا نام بھی لیں گے۔ جب مؤذن اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے گا تو اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ بھی کہے گا۔ میرے نام سے تواب الگ نہیں ہو سکتا۔

وَ رَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ میں نے آپ کے نام کو بلند کر دیا۔ جب میں عالَم اور کائنات میں یاد کیا جاؤں گا تو میری یاد کے ساتھ تیرا نام بھی لیا جائے گا۔ اللہ اللہ کیا شان ہے، کیا عزت ہے! اس کو عزت کہتے ہیں۔

تو دوستو! ایک دن قبر میں اُترنا ہے اور سب کو جانا ہے۔ کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جو دنیا میں آیا ہو اور نہ جائے۔ ہم لوگ دنیا کے نیشنل نہیں ہیں، یہاں کا قیام ایک عارضی نیشنلٹی ہے لیکن حقیقت میں ہم یہاں کے نیشنل نہیں ہیں، پردیسی ہیں اور یہی دلیل ہے کہ ہمارے جو عزیز جاتے ہیں اس کا ثبوت پیش کر کے جاتے ہیں کہ دیکھو دنیا پردیس ہے، اس سے دل نہ لگانا۔

اللہ تعالیٰ نے غمزدہ دلوں کے لیے ارشاد فرمایا کہ جب تم کو کوئی صدمہ اور غم پہنچے، جب کوئی مصیبت کا واقعہ پیش آجائے تو اے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم)! آپ ایسے لوگوں کو بشارت دے دیجیے، خوشخبری سنا دیجیے جو کسی مصیبت کے وقت میں اپنے ربّ کی مرضی پر راضی رہتے ہیں اور ان کو اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ سے کوئی اعتراض اور شکایت نہیں ہوتی اور کہتے ہیں:

۸؎ الم نشرح: ۴

۹؎ کنز العمال: ۱۱/۴۰۵ (۳۱۸۹۱)، باب فی فضائل متفرقۃ، مؤسسۃ الرسالۃ - روح المعانی: ۳۰/۱۶۹، الانشراح (۴)، مطبوعہ بیروت

إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ[1]

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ إِنَّا لِلّٰهِ وَ إِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ میں زبردست تسلی کا مضمون بیان فرمایا ہے۔ اس آیت میں دو جملے ہیں ایک إِنَّا لِلّٰهِ دُوسرا وَ إِنَّآ إِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ۔

إِنَّا لِلّٰهِ کے معنی ہیں کہ ہم سب اللہ کے مملوک ہیں، غلام ہیں۔ لام ملکیت کے لیے آتا ہے یعنی ہم اپنی ذات کے مالک نہیں ہیں۔ اگر اپنی ذات کے مالک ہوتے تو خودکشی جائز ہوتی کیونکہ اپنی چیز میں آدمی کو تصرّف کا حق ہے۔ اگر ہم اپنی چیز ہوتے تو گلے میں پھندا ڈالنا جرم نہ ہوتا لیکن خودکشی اس لیے حرام ہے کہ تم اپنے مالک نہیں ہو، تم ہماری امانت ہو، ہماری چیز ہو، تمہیں اپنا گلا گھونٹنے کا کیا حق ہے۔ یعنی خودکشی کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ہم خود اپنے مالک نہیں ہیں، ہمارے جسم و جان کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ إِنَّا لِلّٰهِ کے معنی ہیں کہ ہم سب اللہ کی ملکیت میں ہیں، لہٰذا اس جملہ میں ایک تسلی تو یہ ہے کہ جب ہم مملوک اور غلام ہیں تو مالک کو ہمارے اندر ہر تصرف کا حق حاصل ہے، جو چیز چاہے ہم کو دے جس کو چاہے ہم سے لے لے۔ کیونکہ صدمہ کے وقت میں دو خیال آتے ہیں ایک تو یہ کہ ہماری ماں، باپ یا شوہر کو جلدی بلالیا، ہم سے چھین لیا۔ اس کا جواب إِنَّا لِلّٰهِ ہے کہ تمہاری ماں، باپ، شوہر یا بیٹا بھی ہماری ملکیت، تم بھی ہمارے غلام۔ اور مالک کو اپنی ملکیت میں تصرف کا حق حاصل ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک عمر ساتھ رہنے سے محبت ہو جاتی ہے۔ اب اس عزیز کی جدائی سے جو غم ہو رہا ہے اس کا کیا علاج ہے۔ تو اس کے لیے تسلی کا دوسرا مضمون وَإِنَّآ إِلَيْهِ رَاجِعُونَ میں نازل فرمادیا کہ اللہ ہی کی طرف ہم سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ یہ جدائی دائمی تھوڑی ہے، عارضی جدائی ہے۔ آج تمہاری ماں گئی ہے، ایک دن تم بھی ہمارے پاس واپس آؤ گے۔

آج وہ کل ہماری باری ہے

اور وہاں سب اعزاء و اقرباء پھر مل جائیں گے اور پھر کبھی جدائی نہ ہوگی لہٰذا کیوں گھبراتے ہو۔

---

[1] البقرۃ:۱۵۶

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت اِنَّا لِلّٰهِ...الخ کی تفسیر کے ذیل میں اس حقیقت کو ایک عجیب مثال سے سمجھایا، فرماتے ہیں کہ مثلاً کسی شخص نے ایک الماری خریدی جس میں دو خانے ہیں، نیچے کے خانے میں اس نے ایک درجن گلاس اور ایک درجن چائے کی پیالیاں لاکر رکھ دیں، سال بھر تک اسی خانے میں وہ گلاس اور چائے کی پیالیاں رکھی رہیں، پھر اس الماری کے مالک نے اپنے نوکر کو حکم دیا کہ سال بھر پہلے جو چائے کی بارہ پیالیاں اور بارہ گلاس میں نے نیچے کے خانے میں رکھے ہیں، تم اس نیچے والے خانہ سے ایک گلاس اور ایک پیالی اُٹھا کر اوپر والے خانہ میں رکھ دو۔ ملازم نے کہا حضور! آپ ایسا حکم کیوں دے رہے ہیں؟ مالک کہتا ہے کہ نالائق! یہ الماری میری، اس کے دونوں خانے میرے، گلاس اور چائے کی پیالیاں میری اور تم بھی میرے نوکر، تم کو اعتراض کا کوئی حق حاصل نہیں، جو میں کہتا ہوں ویسا کرو، لہٰذا اس نے ایک پیالی اور ایک گلاس اُٹھا کر اُوپر والے خانہ میں رکھ دیا۔ پھر نوکر نے کہا کہ حضور! اب بات سمجھ میں آگئی کہ آپ الماری کے مالک ہیں اور اس کے دونوں خانوں کے بھی مالک ہیں اور گلاس اور چائے کی پیالیوں کے بھی مالک ہیں جس گلاس اور پیالی کو چاہیں آپ نیچے والے خانے سے اُوپر والے خانے میں رکھنے کا حکم دے دیں۔ لیکن حضور مجھے ایک اشکال ہے وہ بھی آپ حل فرمادیں اور وہ اشکال یہ ہے کہ یہ بارہ پیالیاں اور بارہ گلاس جو ایک سال سے آپس میں ساتھ تھے ان کی آپس میں محبت ہوچکی تھی، اب ایک گلاس اور ایک پیالی کو ان سے جدا کرکے آپ نے اُوپر کے خانہ میں رکھ دیا تو یہ گیارہ پیالیاں اور گیارہ گلاس رو رہے ہیں جو ساتھ رہتے تھے اس کا کیا علاج ہے؟ مالک نے کہا گھبراؤ مت! یہ گیارہ پیالیاں اور گیارہ گلاس جو نیچے والے خانہ میں ہیں ان سب کو ہم یکے بعد دیگرے اُوپر والے خانہ میں لے جانے والے ہیں۔

لہٰذا یہ غم عارضی غم ہے، یہ ان کا دائمی غم نہیں ہے۔ اب حکیم الامت فرماتے ہیں کہ یہ دنیا اور آخرت اللہ تعالیٰ کی ایک الماری ہے۔ ایک خانہ آسمان کے نیچے ہے اور ایک خانہ آسمان کے اوپر ہے، آسمان کے نیچے والے خانہ کا نام دنیا ہے اور آسمان کے اوپر والے خانہ کا نام آخرت ہے، ہم لوگ اللہ کے گلاس اور پیالیوں کی طرح ہیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ جب تک چاہتے ہیں ہمیں نیچے والے خانہ میں رکھتے ہیں اور جب ان کا حکم ہو جاتا ہے کہ اب اس کا وقت پورا ہو گیا تو اس خانہ سے اُٹھا کر آسمان کے اوپر والے خانہ میں اپنے پاس بلا لیتے ہیں۔

تو دوستو! آپ کی والدہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے اس خانہ سے اُٹھا کر دوسرے خانہ میں منتقل کر دیا ہے، الماری بھی اللہ کی، نیچے والا خانہ بھی خدا کا، آسمان سے اوپر والا خانہ بھی اللہ کا اور ہم لوگ بھی اللہ کے، ہمارے ماں باپ بھی اللہ کی ملکیت، اللہ کو اختیار ہے، اتنے ہی دن کا ویزا دیا تھا، اس کے بعد ایک سیکنڈ بھی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا تھا، ساری دنیا کے ڈاکٹر بھی جمع ہو جائیں تو کسی کو روک نہیں سکتے، جب کوئی مرتا ہے تو سمجھ لو کہ یہی وقت تھا اس کے جانے کا۔ حتیٰ کہ جب وقت آجاتا ہے تو خود ہارٹ اسپیشلسٹ بھی اپنے کو نہیں روک سکتا اور اپنے دل کی رفتار جاری نہیں رکھ سکتا۔ دل کے ماہر ڈاکٹر جمعہ کا ہارٹ فیل ہوا، دوسرے کے دل کی رفتار گن رہا ہے، دل کی حرکت کا شمار کر رہا ہے اور خود کے دل کی حرکت بند ہو گئی۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ پیاروں کی جدائی کا غم تو ہوتا ہے، میری ماں کی جدائی کا کیا علاج ہے؟ اسی طرح باپ یا بیوی یا کسی کا شوہر چلا گیا تو ان کے غم کا کیا علاج ہے؟ اس کا علاج ارشاد فرمایا گیا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کہ یہ جدائی عارضی ہے اور اس اوپر والے خانہ میں ہم لوگ بھی یکے بعد دیگرے جانے والے ہیں اور ہمارا زیادہ خاندان تو وہیں ہے، ہمارے دادا اور نانا، اور دادا کے دادا اور نانا کے نانا، جن کو ہم نے دیکھا بھی نہیں سب اوپر ہیں، زیادہ رشتہ دار تو وہیں ہیں۔ آپ سوچئے وہاں کتنا بڑا خاندان ہے، جو پردیس سے وطن چلے گئے سب خاندان والوں نے ان کا استقبال کیا ہو گا۔ تو غمزدہ دلوں کے لیے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تسلی کا زبردست مضمون نازل فرمایا ہے اور اس سے قبل ہی صبر کرنے والوں کو یہ بشارت بھی سنا دی کہ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ یعنی ہم صبر کرنے والوں کے ساتھ ہیں۔ پس کسی کے انتقال پر یا مصیبت پر جو اجر و ثواب ہم نے تمہارے لیے رکھا ہے وہ تو ہے ہی لیکن اگر تم سے تمہاری کوئی چیز کھو گئی، تمہاری اولاد، ماں باپ، بیوی یا شوہر کا انتقال ہو گیا تو اس کے بدلہ میں ہم تمہیں اپنی معیتِ خاصہ، اپنا قربِ خاص عطا کرتے ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ صبر کرنے والوں کے ساتھ اللہ ہے۔

آپ سوچیے کہ جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو اس کی کیا قسمت ہے اور اس کے لیے کتنی بڑی دولت کی بشارت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مکہ کے نومسلم قریش نوجوانوں کو کچھ بکریاں، کچھ بھیڑ، کچھ اونٹ زیادہ دے دیئے۔ تو شیطان نے بعض انصاری نوجوانوں کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ دیکھو ابھی تک رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ والوں سے زیادہ اُنس ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ مکہ والوں کو دیا اور ہم لوگوں کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو شیطان کے اس خطرناک زہریلے مکر سے مطلع فرمایا۔ آپ نے سارے صحابہ کو جمع کرکے فرمایا کہ اے مدینہ کے انصار! تمہیں شیطان نے بہکانے کی کوشش کی ہے۔ ہوشیار ہو جاؤ! یہ نہ سمجھو کہ چند بھیڑ اور بکریاں اہل قریش کو دینے کی وجہ سے میری محبت تمہارے ساتھ کم ہے، جو نومسلم ہیں ابھی جلد اسلام لائے ہیں، میں نے ان کی دلجوئی اور ان کو خوش کرنے کے لیے یہ چند بھیڑیں اور بکریاں دے دی ہیں، لیکن خوب غور سے سن لو! یہ قریشِ مکہ ابھی جب مکہ شریف کو واپس ہوں گے تو میری دی ہوئی چند بھیڑیں، چند بکریاں اور چند اونٹ لے کر جائیں گے اور اے مدینہ والو! تم جب مدینہ واپس ہوگے تو اللہ کے رسول کو اپنے ساتھ لے کر جاؤ گے، میرا مرنا جینا تمہارے ساتھ ہے۔ رسولِ خدا کی عظمت و قیمت تمہارے قلوب میں کیا ہے۔ بس صحابہ اس خوشی میں اتنا روئے کہ آنسو ان کی داڑھیوں سے بہہ رہے تھے۔[۱۱]

تو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بشارت دی کہ اگر تم سے کوئی چیز چھن گئی، تمہارے باپ چھن گئے، بیٹے کا انتقال ہو گیا تو اللہ تعالیٰ تو تمہارے ساتھ ہے جس پر ہزاروں جانیں قربان ہوں، اولاد قربان ہو، ایسی ذات پاک نے کیسی بشارت دی ہے۔

اور جدائی کا طبعی غم تو ہوتا ہی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ ساتھ رہنے سے محبت ہو جاتی ہے جس سے ہم رونے لگتے ہیں اور رونے کی اجازت بھی ہے۔ مگر ایسی بات نہ نکالے کہ ہائے! میری ماں کیوں مر گئی اور اللہ نے کیوں اُٹھالیا؟ کیوں نہ لگاؤ، بس یہ کہو کہ اللہ مجھے اپنی ماں کی جدائی کا غم ہے، یہ کہنا بھی سنت ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کا جب انتقال ہوا تو

[۱۱] صحیح البخاری: ۲/۶۲۰-۶۲۱، باب قول النبی انا بک لمحزونون - التاریخ ابن اثیر من سیرت المصطفیٰ: ۲/۶۷

فرمایا اے ابراہیم! تمہاری جدائی سے نبی غمگین ہے۔[۱۲] اور آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے تو معلوم ہوا کہ آنکھوں سے آنسو بہہ جانا بھی سنت ہے اور اظہارِ غم بھی سنت ہے کہ مجھے اپنی والدہ کا صدمہ ہے اور یہ کہہ کر اگر آنسو بہہ جائیں تو یہ سنت کے خلاف نہیں بلکہ رولینا چاہئے کیونکہ بعض لوگوں نے بہت ضبط کیا تو ان کو ہمیشہ کے لیے دل کی بیماری لگ گئی، پھر کوئی خمیرہ کام نہ آیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر رحمت فرمائی کہ رونے کی اجازت عطا فرمادی کیونکہ تھوڑا سا رولینے سے دل کا غم پانی بن کر بہہ جاتا ہے۔ ایسے وقت میں بعض لوگوں نے سوچا کہ ہم کو نہیں رونا چاہئے یا تو ان کو سنت کا علم نہیں تھا یا کسی حال کا غلبہ ہوگیا۔ ایک دم آنسوؤں کو ضبط کیا، نتیجہ یہ ہوا کہ ہارٹ فیل ہوگیا۔ اس لیے یہ تھوڑا سا رولینا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو سکھایا خود رو کر کے۔ اب نبی سے بڑھ کر کون صبر والا ہو سکتا ہے؟ معلوم ہوا کہ رونا صبر کے خلاف نہیں ورنہ سنت کیوں ہوتا۔ نبی سے بڑھ کر کس کا ظرف ہو سکتا ہے جنہوں نے طائف کے بازار میں ہزاروں پتھر کھا کر اُف نہیں کی، اُحد کے دامن میں کافروں کے تیروں سے جو خونِ مبارک بہا آپ اپنے اس خون کو پونچھتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس اُمت کا کیا حال ہوگا جو اپنے پیغمبر کو لہولہان کرتی ہے لیکن اسی خونِ مبارک کے صدقہ میں ہم آج عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں ورنہ رام چند اور گنیش سنگھ اور رام پرشاد ہوتے۔ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی خون کا صدقہ ہے جس کی برکت سے ہم مسلمان ہیں، اسلام آپ کے خونِ مبارک کے صدقہ میں پھیلا ہے، صحابہ کی گردنیں کٹی ہیں۔ ستر ستر شہید اُحد کے دامن میں سوئے ہوئے ہیں، ان کی وفاداریوں کی برکت سے آج اللہ نے ہم کو اسلام دیا، کلمہ عطا فرمایا ورنہ ہم لوگ ایمان سے محروم رہتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا کتنا بڑا احسان ہے کہ ہمارے ایمان اور اسلام کی خاطر اپنے پیاروں کا خون بہانا گوارا فرمایا۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ موت سے آدمی فنا نہیں ہوتا، دنیا سے آخرت میں منتقل ہوتا ہے، موت دراصل انتقال ہے پردیس سے اپنے وطن کی طرف جہاں وہ ہمیشہ زندہ رہے گا۔ ہمارے سلسلہ کے بزرگوں میں دہلی میں ایک بہت بڑے بزرگ گذرے ہیں جن کا نام مظہر جانِ جاناں رحمۃ اللہ علیہ تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو انہوں نے پہلے ہی اپنی ڈائری میں

---

[۱۲] ابوداؤد: ۲/۹۰، باب فی البکاء علی المیت، ایچ ایم سعید

ایک شعر لکھ دیا تھا، اس شعر کو پڑھ کر گھر والوں کو تسلی ہوگئی، وہ شعر کیا تھا؟ فرماتے ہیں ؎

لوگ کہتے ہیں کہ مظہر مر گیا
اور مظہر در حقیقت گھر گیا

اللہ اکبر! کیا شعر ہے۔ لوگ کہہ رہے ہیں کہ مظہر مر گیا اور مظہر تو اپنے گھر گیا، پردیس سے اپنے وطن چلا گیا، جہاں سے آیا تھا اللہ میاں کے پاس، یہ مرنا نہیں ہے، تبدیلی ہے۔ جیسے ایک شہر سے دوسرے شہر آدمی منتقل ہو جاتا ہے، لہٰذا کوئی اپنے گھر جائے تو آپ کیوں اتنا زیادہ روتے ہیں۔

میں نے جہاں جہاں بیان کیا اس شعر کو سنتے ہی لوگوں کو بڑی تسلی ہوئی۔ ابھی الٰہ آباد میں بھی بیان کیا تھا۔ ایک صاحب بڑے رئیس زمیندار تھے، ان کو ڈاکوؤں نے فائر کر کے شہید کر دیا، ان کے برادرِ نسبتی انیس صاحب الٰہ آبادی ہمارے دوست ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ بڑا حادثہ پیش آگیا، سارے گھر والے بے چین ہیں، میں ان کے یہاں گیا اور تقریر کی، سب نے کہا کہ صاحب دل میں ٹھنڈک پڑ گئی، ایسی تسلی ہوئی کہ غم بالکل ہلکا ہو گیا، جیسے ہے ہی نہیں۔ الحمدللہ تعالیٰ! اور تھوڑا سا غم ہونا بھی اللہ کی مصلحت ہے، یہ محبت کا حق ہے، مرنے والے کی محبت کا حق ہے لہٰذا غم تو ہو گا، وقت کے ساتھ آہستہ آہستہ ہلکا ہو جائے گا۔ تب ہی تو تسلی دینا سنت قرار دیا، غم نہ ہوتا تو تسلی دینا سنت ہی نہ ہوتا۔ کسی ایسے شخص کو جا کر تسلی دیجیے جس کو غم نہ ہو تو وہ کہے گا آپ مجھے کیوں پریشان کر رہے ہیں، کہیں زخم نہ ہو اور مرہم لگائیے تو کہے گا کہ بھائی آپ مجھے بے وقوف سمجھ رہے ہیں۔ ارے! زخم تو ہے ہی نہیں، پھر مرہم سے کیا فائدہ۔

تو تسلی سنت جب ہے جب غم ہو۔ معلوم ہوا کہ پیاروں کے انتقال سے غم ہوتا ہے، اس لیے غم کو ہلکا کرنے کے لیے تعزیت کو سنت قرار دیا۔ اللہ سے زیادہ کون جانے گا جس نے ہمیں زندگی دی، جو غم اور خوشی کا خالق اور مالک ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے والد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جب انتقال ہوا تو بہت لوگوں نے تعزیت کی لیکن ایک بدوی (دیہاتی) بزرگ آئے اور انہوں نے ایسی تعزیت کی جس سے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بہت تسلی

ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ اے عبد اللہ ابن عباس! تمہارے والد کا انتقال ہو گیا، یہ بتاؤ کہ تمہارے والد کے لیے تم زیادہ بہتر ہو یا عباس کا اللہ زیادہ بہتر ہے اور عباس کی وفات سے جو تمہیں غم پہنچا اور اس مصیبت پر صبر کے بدلہ میں جو تمہیں اجر و ثواب ملا بلکہ اس سے بڑھ کر اللہ مل گیا تو یہ بتاؤ کہ یہ انعامِ عظیم تمہارے لیے کیا عباس سے بہتر نہیں ہے۔

سبحان اللہ کیا عنوان ہے! دیہات کے تھے وہ، لیکن اللہ جس کو چاہے مضمون عطا فرماتا ہے جیسا کہ حضرت پرتاب گڑھی دامت برکاتہم فرماتے ہیں ؎

جو آسکتا نہیں وہم و گماں میں
اسے کیا پاسکیں لفظ و معانی

کسی نے اپنے بے پایاں کرم سے
مجھے خود کردیا رُوح المعانی

عجب تسلی کا مضمون ان کے منہ سے نکلا۔ مطلب یہ ہے کہ تم اپنے ابا کے لیے رو رہے ہو اور تمہارے ابا اپنے ربّا کے پاس چلے گئے جو ارحم الراحمین ہے۔ پس ان کا ربّ تم سے بہتر ہے اور ان کی جدائی پر صبر کے بدلہ میں تمہیں اللہ مل گیا۔ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اور اجر و ثواب ملا تو یہ انعام تمہارے لیے تمہارے ابّا سے بہتر ہے، اللہ تمہارے ساتھ ہے، اور جدائی بھی عارضی ہے، سب چند دن کی باتیں ہیں، پھر سب کو وہیں جانا ہے، وہاں سب سے پھر ملاقات ہو گی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور حضرت حکیم الامت نے فرمایا کہ گھر میں کسی کی موت آجانا یہ بھی اللہ کی رحمت ہے، اس لیے کہ آج آپ اپنی اماں کے انتقال کو نہیں چاہتے، دل سے یہی چاہتے ہیں کہ میری اماں ابھی کچھ دن اور زندہ رہتی۔ تو آپ کی اماں بھی یہی چاہتی کہ میری اماں بھی نہ مریں یعنی نانی اور نانی بھی یہی چاہتی کہ میری اماں بھی نہ مریں تو اگر سب کی آرزو اللہ پوری کردیتا تو نتیجہ یہ ہوتا کہ ایک گھر میں زیادہ نہیں، صرف پانچ نانے اور پانچ نانیاں لیٹی ہوں اور پانچ دادے اور پانچ دادیاں لیٹی ہوں، کوئی پانچ سو برس کا ہے، کوئی تین سو برس کا، سب کے چارپائی پر پاخانے ہو رہے ہیں تو آپ نہ تو نوکری کرسکتے نہ اپنے بال بچوں کی پرورش کرسکتے۔ یہ ہمارے

دو سو چالیس گز کے پلاٹ کیا۔ ارے! ہزار گز کے پلاٹ بھی ناکافی ہو جاتے۔ پھر آپ تعویذ دباتے اور دعائیں کرتے کہ یہ جلدی سے مریں۔ اس لیے یہ بھی اللہ کی رحمت ہے کہ لوگوں کو اپنے اپنے وقت پر پردیس سے وطن اصلی کی طرف منتقل فرماتے رہتے ہیں۔ جب بال سفید ہو گئے سمجھ لو کھیتی پک گئی اور کھیتی پک جانے کے بعد کسان کہاں کھیت میں چھوڑتا ہے۔

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب بال سفید ہو جائیں تو ہوشیار ہو جاؤ کہ تمہاری زندگی کی کھیتی پک چکی ہے لہٰذا تیار رہو، اب کسی بھی وقت حضرت عزرئیل علیہ السلام درانتی لے کر آئیں گے اور تمہاری زندگی کی کھیتی کاٹ لیں گے۔

مولانا رومی کا بھی کیا اندازِ بیان ہے، فرماتے ہیں کہ جلدی جلدی تیاری کرلو کٹائی کا وقت قریب آچکا ہے۔

یہ تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ کی تفسیر بیان ہوگئی اور جو حدیث شریف میں نے پڑھی اس کا ترجمہ یہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعۡطٰی اللہ جو چیز ہم سے لیتا ہے وہ ہماری نہیں اللہ ہی کی ہے، اس کا مالک اللہ ہے، جو چیز اس نے لے لی ہے وہ اسی نے عطا فرمائی تھی۔ اگر کوئی اپنی امانت واپس لے لے تو آپ اس پر زیادہ غم نہیں کرتے کیونکہ وہ آپ کی چیز ہی نہیں تھی، جس کی تھی اس نے لے لی، وہ اس کا مالک ہے، ہم کو جو حد سے زیادہ غم ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ غلطی سے اس کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں حالانکہ الفاظِ نبوت یہ ہیں اِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ جو کچھ اللہ نے تم سے لے لیا، جس کو اللہ نے اپنے پاس بلالیا وہ اللہ ہی کا تھا، اسے تم کیوں اپنا سمجھتے ہو۔ اگر آپ کو کوئی شخص اپنی گھڑی دے دے کہ آپ دو مہینے اس کو استعمال کر لیجئے پھر دو مہینے کے بعد وہ آپ سے گھڑی مانگے کہ میری گھڑی واپس کر دیجئے تو آپ روئیں گے نہیں، آپ یہی کہیں گے کہ ٹھیک ہے صاحب لیجئے، یہ آپ کی گھڑی ہے بلکہ آپ کا شکریہ کہ اتنے دن تک آپ نے اپنی گھڑی مجھے دی تھی۔ تو آپ بھی شکر کریں کہ ہماری والدہ کو اللہ نے اتنی زندگی دی ورنہ اس سے پہلے بھی تو اللہ تعالیٰ ان کو اُٹھا سکتے تھے۔ بچپن ہی میں آپ کو چھوٹا سا چھوڑ کر اللہ تعالیٰ اُٹھا سکتے تھے، یہ ان کا احسان ہے کہ آپ لوگ بڑے ہو گئے، ماشاء اللہ بال بچے دار ہو گئے تب بلایا، اتنے روز تک آپ کے پاس رکھا، لہٰذا شکر ادا کیجئے کہ اللہ آپ کا شکر ہے کہ آپ نے ہماری

والدہ کو اتنے عرصہ ہمیں دیئے رکھا جیسے وہ شخص کہتا ہے جس کو آپ نے گھڑی دی کہ ہم آپ کے شکر گذار ہیں کہ اتنے عرصہ تک اپنی گھڑی آپ نے ہمیں دی ہوئی تھی، جو کچھ لے لیا وہ بھی اللہ کا وَلَہٗ مَا اَعْطٰی اور جو کچھ عطا فرمایا وہ بھی اللہ ہی کا ہے، جو چیزیں دی ہیں ان کا بھی شکر ادا کیجئے۔ ان کا شکر کیا ہے کہ یا اللہ! آپ کا احسان ہے کہ آپ نے میرے والد کا سایہ میرے سر پر عطا فرمایا ہوا ہے اور کتنی نعمتیں دی ہوئی ہیں۔ میری اولاد ہے، بیوی بچے ہیں، مکان ہے، ہزاروں نعمتیں دی ہوئی ہیں جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا، ان کا شکر ادا کیجئے کہ اے اللہ! آپ کی بے شمار نعمتوں کا بے شمار زبانوں سے شکر ادا کرتا ہوں:

وَكُلٌّ عِنْدَهٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّى [۱۳]

اور اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر چیز کا ایک وقت مقرر ہے جو کچھ اللہ لیتا ہے اور جو کچھ عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں پہلے ہی سے مقدر ہے یہاں تک کہ برتنوں کا وقت بھی مقرر ہے۔ مثلاً آپ مدینہ شریف سے ایک گلاس لائے لیکن اچانک کسی بچے سے وہ گر گیا تو سمجھ لیجئے کہ اس کا یہی وقت مقرر تھا۔ حدیث پاک میں ہے کہ برتنوں کی بھی ایک عمر ہوتی ہے، اس لیے اپنے بچوں کی بے طرح پٹائی نہ کرو کہ نالائق تو نے مدینہ شریف کا گلاس کیوں توڑ دیا، مار پٹائی کر رہے ہیں، گھر میں ایک شور مچا ہوا ہے۔ اکثر لوگ اس معاملے میں بچوں پر زیادتی کر جاتے ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہئے، نرمی سے سمجھادو کہ بیٹے گلاس کو دونوں ہاتھوں سے مضبوط پکڑا کرو لیکن زیادہ پٹائی نہ کرو بلکہ کہو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّاۤ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اس کی زندگی کا وقت ختم ہو گیا تھا اور اس کا یہی وقت مقرر تھا۔ جس کے گھر میں کوئی غمی ہو جائے تو ایسے وقت میں اس کے ذمہ دو کام ہیں ایک تو یہ کہ جانے والے کے لیے ثواب پہنچایئے کیونکہ جو چلا گیا اب وہ بے عمل ہو گیا، اس کی عمل کی فیلڈ ختم ہو گئی، اب وہ خود کوئی عمل نہیں کر سکتا لہٰذا اس کو صبح و شام ثواب کا پارسل بھیجنا چاہیے یعنی زیادہ سے زیادہ ایصالِ ثواب کیجئے، بدنی عبادت اور مالی عبادت دونوں کا ثواب پہنچانا چاہیے۔ بدنی ثواب تو اس طرح سے کہ تلاوت کرلی مثلاً سورۂ یٰسین پڑھ کر بخش دیا یا تین مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ شریف پڑھ کر ہمیشہ صبح و شام بخش دیا۔ تین بار قُلْ هُوَ

---

[۱۳] صحیح البخاری: ۱/۱۲۵ (۱۲۸۵)، باب یعذب المیت ببکاء اھلہ علیہ، المکتبۃ المظھریۃ

اللّٰہُ شریف پڑھنے سے ایک قرآن کے برابر ثواب ملتا ہے، اللہ سے کہہ دیا کہ یااللہ! یہ جو میں نے پڑھا ہے، اس کا ثواب میری والدہ کو پہنچادیجئے۔ اس طرح روز کا روز صبح و شام آپ کی طرف سے ثواب کا پارسل پہنچتا رہے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب یہ ثواب پہنچتا ہے تو وہ مرنے والے پوچھتے ہیں کہ اللہ میاں! یہ ہماری نیکیاں کہاں سے بڑھ رہی ہیں، ہم تو مرگئے ہیں، اب عمل نہیں کررہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تمہاری اولاد تمہیں ثواب بھیج رہی ہے۔ دیکھئے! زمین پر دوسروں کا عمل آخرت میں مرنے والوں کے اعمال نامہ میں لکھا جارہا ہے۔ اس طرح ان کے عمل کا میٹر چل رہا ہے کیونکہ اب وہ عمل نہیں کرسکتے لہٰذا ہمارے پارسلوں کا انتظار کرتے ہیں کہ ہماری اولاد ہمیں کچھ بھیجے۔

حدیث شریف میں ہے کہ یہ ثواب کا تحفہ ان کو دنیاومافیہا سے زیادہ محبوب ہوتا ہے لہٰذا اس کا معمول بنالیجئے کہ روزانہ ہمیشہ کچھ پڑھ کر اپنے اعزاء واقرباء کو جو مرگئے ہیں بخش دیا کریں، کم از کم صبح و شام تین مرتبہ قُلْ ھُوَ اللّٰہُ شریف، تین مرتبہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ، تین مرتبہ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھ کر بخش دیا اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ مخلوق کے ہر شر سے حفاظت رہے گی، کسی قسم کا کالا جادو یا جنات یا شیطان کوئی پڑوسی اور کوئی حاسد آپ کو ایک ذرّہ نقصان نہیں پہنچاسکتا، کیونکہ الفاظِ نبوت ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام ہے کہ تَکْفِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ[۱۴] یعنی یہ تینوں سورتیں ہر شر سے حفاظت کے لیے کافی ہیں، نبی کی بات کو اللہ نہیں ٹالتا کیونکہ نبی وہی کہتا ہے جو اللہ کہلاتا ہے، نبی اپنی طبیعت سے کوئی بات کہتا ہی نہیں۔ صبح کو پڑھ لیا تو شام تک حفاظت ہوگئی اور شام کو پڑھ لیا تو رات بھر حفاظت رہے گی۔

اگر کوئی حاسد جادو یا سفلی عمل کرے گا تو اس عمل کی برکت سے الٹا اسی پر پڑجائے گا۔ کوئی دُشمن آپ کے خلاف اسکیم بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو ناکام کردیں گے۔ اس لیے صبح وشام یہ تینوں سورتیں آپ بھی پڑھئے اور اپنے بیوی بچوں کو بھی پڑھائیے اور اسی کو

[۱۴] مشکٰوۃ المصابیح: ۱/۱۸۸، کتاب فضائل القرآن، المکتبۃ القدیمیۃ

اپنی والدہ کو بخش دیجئے، ان کو ثواب بھی پہنچ جائے گا اور آپ لوگ حاسدین اور شیاطین کے شر سے اور جنات اور کالا عمل کرانے والوں کے شر سے غرض ساری مخلوق کے شر سے محفوظ رہیں گے۔ آج کل تو بس ذرا ذرا سی دُشمنی پر جادو اور کالا عمل کرا دیتے ہیں، پھر ہم لوگ عاملوں کی طرف دوڑتے ہیں تو عاملوں کے پاس جانے کی بجائے ہم یہ عمل کیوں نہ کرلیں جو ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا ہے جس کے بعد کسی عامل کے پاس جانے کی کبھی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ آج کل ننانوے فیصد عامل ٹھگ بیٹھے ہیں۔

میرے پاس نواب قیصر صاحب ایک بڑے میاں کو لے کر آئے، وہ ہمارے بڑے معزز اللہ والے دوست ہیں، نواب قیصر صرف نواب نہیں ہیں، میرے گمان میں وہ ایک ولی اللہ شخص ہیں، آپ ان کے تہجد اور عبادت کو دیکھئے آپ حیران رہ جائیں گے اور تواضع کی بھی عجیب شان ہے، مولانا فقیر محمد صاحب دامت برکاتہم کے خلیفہ بھی ہیں، وہ لے کر آئے کہ صاحب ان کا کاروبار ٹھپ ہے، یہ چاہتے ہیں کہ آپ کوئی تعویذ دے دیں۔ میں نے پوچھا کہ اس سے پہلے کہیں گئے تھے، ان صاحب نے کہا کہ ہاں ناظم آباد میں ایک عامل کے پاس گیا تھا، اس نے پوچھا کہ کیا شکایت ہے؟ میں نے کہا کہ میرا کاروبار ٹھپ ہے، اس نے کہا کہ تمہارا نام کیا ہے؟ پھر میری اماں کا نام پوچھا، اس کے بعد اس نے کہا کہ تین دن کے بعد آنا، میرا جو مؤکل ہے وہ جادو یا کالا عمل جو ہوگا تلاش کرلائے گا لیکن اس کی فیس پانچ سو روپے ہے۔ انہوں نے پانچ سو روپے دے دیئے اور تین دن کے بعد گئے، کہا کہ جب میں وہاں گیا تو اس نے مٹی میں لگا ہوا ایک کاغذ اور کتھا چونا لگا ہوا ایک کپڑا مجھے دیا جس میں گیارہ سوئیاں چبھی ہوئی تھیں اور اس کے اندر ایک کاغذ تھا جس میں تین مرتبہ لکھا تھا کاروبار ٹھپ، کاروبار ٹھپ، کاروبار ٹھپ اور میرا نام بھی لکھا ہوا تھا اور صاحب میری اماں کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ میں نے کہا کہ پانچ سو روپے جو اُس نے آپ سے لیے تو معلوم بھی ہے کہ اس کے بعد اس کو کیا کرنا پڑا؟ کاروبار ٹھپ تو اس نے آپ سے پوچھ ہی لیا تھا، فرق صرف یہ ہے کہ آپ نے ایک دفعہ کہا تھا، اس نے تین جگہ لکھ دیا کاروبار ٹھپ، کاروبار ٹھپ، کاروبار ٹھپ۔ اور آپ سے آپ کا اور آپ کی والدہ کا نام بھی پوچھ لیا تھا، اس میں بھی اس کے مؤکل کا کوئی کردار نہیں ہے۔ اب

آپ سے جو پانچ سو روپیہ لیا ہے یہ صرف گیارہ سوئیوں کا دام ہے، ایسا نفع بخش بزنس کہاں ملے گا؟ آپ بے کار عاملوں کے پاس جارہے ہیں، آپ بھی یہی کام شروع کردیں۔ جو آئے اس سے پوچھئے کیا شکایت ہے؟ کیا کاروبار ٹھپ ہے؟ وہ کہے گا ہاں! پھر آپ اس سے اس کا نام پوچھئے اور اس کی والدہ کا نام پوچھئے، بس کاغذ پر تین دفعہ لکھ دیا کاروبار ٹھپ اور گملہ میں مٹی ڈال کر اس کاغذ اور ذرا سے کپڑے پر مٹی لگا کر گیارہ سوئیاں چبھو دو، بس ایک دفعہ دس ہزار سوئیاں خرید لو، دس ہزار سوئیوں سے دس لاکھ کمالو، گیارہ سوئیوں پر پانچ سو روپے کا جو نفع ہے اس کا ذرا آپ تصور کیجئے۔ تب وہ ہنسے اور کہا کہ افوہ! بے وقوف بن گئے، توبہ توبہ! آج سے میں کسی عامل کے پاس نہیں جاؤں گا۔ واقعی ان میں اکثر ٹھگ ہیں، اتنا ڈرادیتے ہیں کہ بے چارے کی آدھی جان وہیں سوکھ جاتی ہے کہ اوہو! تمہارے اوپر بڑا خطرناک کالا عمل کیا گیا ہے، اس طرح ڈرا کر پیسے لے لیتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ میں ہمارے لیے سب وظیفے موجود ہیں، اس کو پڑھتے رہیں پھر کسی عامل کی ضرورت نہیں البتہ کامل کی ضرورت ہے یعنی شیخ کامل کی، اللہ والوں کی جن کی صحبتوں سے اللہ کی محبت عطا ہوتی ہے، دین کی دولت ملتی ہے۔ اس لیے عامل کو نہ تلاش کرو، کامل کو تلاش کرو۔

میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ تم لوگ اللہ والوں کے پاس کب جاتے ہو؟ جب کوئی بیماری ہوگی تو شفاء کے لیے دم کرانے جاؤگے، نوکری خطرے میں ہوگی تو تعویذ لینے جاؤگے، فیکٹری ڈوبتی نظر آئے گی تو ان سے تعویذ مانگوگے، لیکن یہ بتاؤ مٹھائی والوں سے تم مٹھائی لیتے ہو، امرود والوں سے امرود لیتے ہو، کپڑے والوں سے کپڑا خریدتے ہو، کبھی تم نے کپڑے والوں سے مٹھائی نہیں مانگی اور مٹھائی والوں سے کپڑا نہیں مانگا، تم اللہ والوں سے اللہ کو کیوں نہیں مانگتے ہو؟ وہاں جا کر تم دنیا ہی مانگتے ہو۔

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب ہمارے سلسلہ کے اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں، انگریزوں سے جنگ لڑی تھی، اسی غدر کے زمانے میں ہجرت فرمائی، کعبہ شریف

میں غلافِ کعبہ پکڑ کر یہ شعر پڑھا تھا ؂

کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلب گار تیرا

اے خدا! میں آپ سے آپ ہی کو مانگ رہا ہوں کیونکہ جو اللہ کو پا گیا سب کچھ پا گیا ؂

جو تُو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری
اگر اک تُو نہیں میرا تو کوئی شئے نہیں میری

حاجی صاحب فرماتے ہیں کہ جس نے دنیا میں اللہ کو نہ پایا وہ خالی ہاتھ آیا، خالی ہاتھ گیا ؂

تجھی کو جو یاں جلوہ فرما نہ دیکھا
برابر ہے دنیا کو دیکھا نہ دیکھا

اے خدا! اگر دنیا میں آپ کو نہ پایا، آپ کی عبادت نہ کی، آپ کا نام نہ لیا تو دنیا میں میرا آنا نہ آنا برابر ہو گیا، کوئی فائدہ نہ ہوا کیونکہ دنیا کی فیلڈ عبادت کے لیے ہے، اللہ تعالیٰ کی محبت کے لیے ہے، یہ کمائی کی جگہ ہے، جس کی کمائی وطن آخرت میں کھائی جائے گی۔ اگر ہم دنیا کے لیے پیدا ہوتے تو ہم کو موت ہی نہ آتی، یہ ہماری کمائی اگر صرف یہاں کے لیے ہوتی تو پردیس سے ہمیں رخصت نہ ہونا پڑتا، کوئی کتنا ہی علاج کرا لے لیکن جب وقت آ گیا تو ذرا کوئی روک کر دکھائے۔

زندگی کا ویزا ناقابلِ توسیع اور نامعلوم المیعاد ہے۔ آپ یہاں ایک ملک سے دوسرے ملک میں جاتے ہیں تو آپ کو اپنے ویزے کی مدّت معلوم ہوتی ہے کہ صاحب تین مہینے کا ویزا ہے اور مدت ختم ہونے کے بعد کوشش کرنے سے توسیع بھی ہو سکتی ہے لیکن زندگی کا ویزا ایسا ہے کہ کسی کو اس کی میعاد کا علم نہیں، معلوم نہیں کس وقت ختم ہو جائے اور جب ختم ہو گیا تو توسیع ناممکن۔

اگر کوئی بادشاہ ساری سلطنت حضرت عزرئیل علیہ السلام کے قدموں میں ڈال دے کہ چند لمحوں کی توسیع کر دیجئے تو موت کا فرشتہ ایک لمحہ کی مہلت نہ دے گا کیونکہ فرشتے خود مختار نہیں ہیں، وہ تو اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کے لیے مقرر ہیں، جو حکم ہوتا ہے

وہ کرتے ہیں، معلوم ہوا کہ دنیا پردیس ہے یہاں ہم اس لیے آئے ہیں کہ یہاں سے نیک اعمال کی کرنسی آخرت میں منتقل کرتے رہیں، پردیس کی کمائی وطن میں کھائی جاتی ہے، اس لیے وہاں کی فکر کیجئے۔ ہم روٹی جو کماتے ہیں صرف پیٹ بھرنے کے لیے نہیں، عبادت کے لیے کماتے ہیں، کپڑا پہنتے ہیں تو عبادت کے لیے پہنتے ہیں۔ ہر کام جو اللہ کی رضا کے لیے ہو عبادت ہے۔

ایک شخص نے اپنے مکان میں روشندان بنایا۔ اس سے ایک بزرگ نے پوچھا کہ یہ کیوں بنایا ہے ؟ اس نے کہا کہ ہوا اور روشنی آنے کے لیے۔ اس اللہ کے ولی نے کہا کہ ظالم! اگر تو یہ نیت کرلیتا کہ اس سے اذان کی آواز آئے گی تو تجھے روشنی اور ہوا مفت میں ملتی اور تیری اس نیت سے اللہ خوش ہوتا۔

دوستو! ہم اس دنیا میں عبادت کے لیے پیدا ہوئے ہیں۔ اس ہاتھ کی عبادت یہ ہے کہ کبھی یہ ہاتھ اللہ کے سامنے پھیلا ہوا ہو اور کبھی اس ہاتھ میں غلافِ کعبہ ہو اور کبھی یہ ہاتھ پانچوں وقت نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بندھے ہوئے ہوں۔ اس پیر کی عبادت اور پیر کا شکریہ یہ ہے کہ یہ پیر مسجد تک جائیں تاکہ ہم آپ نماز جماعت سے پڑھیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص بلاعذر گھر میں نماز پڑھتا ہے اور مسجد میں نہیں جاتا میرا جی چاہتا ہے کہ میں ایسے گھروں میں آگ لگادوں۔[۱۵] جو شخص مسجد میں گیا اس نے پاؤں کا شکر ادا کیا، جس نے سجدہ میں سر رکھا اس نے سر کا شکر ادا کیا اور جس کی آنکھوں سے کچھ آنسو اللہ کی راہ میں نکل گئے تو آنکھوں کا شکریہ ادا ہو گیا۔

بخاری شریف کی حدیث ہے کہ جو شخص اپنے گناہوں کو یاد کر کے روئے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو عرش کا سایہ دیں گے[۱۶] اور وہ بے حساب بخشا جائے گا۔ ان آنسوؤں میں اتنا زبردست اثر ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے روئے کہ یا اللہ! مجھے قیامت کے دن رُسوا نہ کیجئے، جہنم کی آگ میں نہ ڈالئے اور کچھ آنسو گر گئے تو جہاں جہاں یہ آنسو لگ جائیں گے

---

۱۵ جامع الترمذی: ۵۲/۱، باب ما جاء فی من سمع النداء فلا یجیب، ایچ ایم سعید

۱۶ صحیح البخاری: ۹۱/۱، باب من جلس فی المسجد ینتظر الصلوٰۃ، المکتبۃ القدیمیۃ

دوزخ کی آگ حرام ہو جائے گی۔[۱۷]

یہ مبارک مہینہ رمضان کا ہے۔ اس مہینہ میں فرض کا ثواب ستر فرض کے برابر اور نفل کا ثواب فرض کے برابر ہے۔ اس لیے اس مہینہ میں تلاوت کر کے، نوافل پڑھ کر اس کا ثواب اپنے مُردوں کو بھیجئے اور کچھ مالی خدمت بھی کیجئے کیونکہ میں نے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ پڑھا ہے کہ مُردوں کو بدنی عبادت کے ثواب سے زیادہ ثواب مال کے دینے سے پہنچتا ہے اور اس مہینہ میں نفلی صدقہ کا ثواب فرض کے برابر ان کو ملے گا۔

لہٰذا آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ جہاں آپ مناسب سمجھیں اور جن پر آپ کو اعتماد ہو اس ادارے میں جا کر طلباء کی افطاری یا کھانے پینے کے لیے جو کچھ اللہ توفیق دے، چپکے سے دے دیجئے اور اللہ سے کہہ دیجئے کہ اے خدا! اس مال کو قبول فرما کر اس کا سارا ثواب میری والدہ کو پہنچا دیجئے اور اس کے لیے یہ بھی ضروری نہیں کہ کوئی بہت بڑی رقم ہو، اپنی حیثیت کے مطابق صدقہ کرے، کوئی بہت رئیس ہے اس کو زیادہ دینا چاہئے یہ نہیں کہ ہزار روپیہ دینے کی استطاعت ہے اور دے رہا ہے ایک روپیہ اور کتنا مال خرچ کرے؟ اس کا معیار بھی حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمادیا کہ اتنا مال اللہ کی راہ میں دے کہ جس سے نفس کو کچھ تکلیف ہو۔

اور غریب اگر ایک روپیہ دے تو وہ بھی بہت ہے، ایک روپیہ بھی اگر اللہ کے یہاں قبول ہو جائے تو اس کروڑ روپیہ سے افضل ہے جس میں دکھاوا ہو اور خلوص نہ ہو۔ یہ جو ہم اپنے گھروں میں دیگیں چڑھاتے ہیں، اس میں واہ واہ ہو جاتی ہے اور حدیث میں ہے کہ صدقہ اس طرح کرو کہ داہنے ہاتھ کی خبر بائیں ہاتھ کو نہ ہو، اور یہ تیجا چالیسواں محض رسم ہے، کہیں حدیث سے ثابت نہیں، صحابہ نے کبھی نہیں کیا۔ محمود غزنوی نے جب ہندوستان پر حملہ کیا تو مسلمان سپاہیوں کی شادی ہندو لڑکیوں سے ہوئی، ان کا نیا نیا اسلام تھا، ہندوؤں کے یہاں یہ رسم ہے کہ موت کے تیسرے دن پنڈت کڑھاؤ لگا کر پوریاں کچوریاں پکا کر کِریا کرم کرتا ہے، اسی طرح چالیسویں دن کیا جاتا ہے، یہ تیجا چالیسواں انہیں نومسلم ہندو لڑکیوں کے یہاں سے چلا، سپاہیوں نے سوچا کہ ابھی ان عورتوں کا نیا نیا اسلام ہے، ذرا تسامح برتا کہ بعد میں اصلاح

---

[۱۷] سنن ابن ماجۃ: ۳۴۶، باب الحزن والبکاء، المکتبۃ الرحمانیۃ

کردیں گے، نتیجہ یہ ہوا کہ یہ تیجا چالیسواں چل پڑا۔ جیسے اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا۔

بُوٹ ڈاسن نے بنایا میں نے اِک مضموں لکھا

ملک میں مضموں نہ پھیلا اور جوتا چل گیا

وہی معاملہ ہو گیا۔ یہ رسمیں چل پڑیں اور لوگ ان کو دین سمجھنے لگے حالانکہ ان کا دین سے کوئی تعلق نہیں۔ اب علماء سمجھاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ صاحب یہ وہابی لوگ ہیں، ایک عمر تک رسموں میں مبتلا رہنے سے لوگ اسی کو دین سمجھنے لگے اور دین کی بات بتانے والے کو وہابی سمجھنے لگے، اس کی مثال ایسی ہے کہ اگر کسی پکی سڑک پر کچا مکان گر جائے اور سڑک پر دو دو فٹ مٹی جم جائے اور اسی حالت میں سو برس گذر جائیں تو لوگ کہتے ہیں کہ صاحب یہ ہمارے باپ دادا کے زمانے کی سڑک ہے، ہم اس پر چلتے آرہے ہیں لیکن ایک جاننے والے پُرانے شخص نے تاریخ دیکھ کر کہا کہ یہاں تو سیمنٹ کی پکی سڑک تھی اور اس نے پھاوڑا لاکر کھدائی شروع کر دی تو سب سے پہلے اس کو وہابی کا لقب ملے گا کہ یہ شخص ہمارے باپ دادا کے خلاف جارہا ہے لیکن اس نے لوگوں کی گالیاں برداشت کیں اور کہا کہ تم لوگ کچھ دن بعد میرا شکریہ ادا کرو گے لہٰذا جب مٹی ہٹادی اور سیمنٹ کی سڑک نکل آئی تب لوگوں نے کہا کہ واقعی صاحب ہم معافی چاہتے ہیں، ہم تو کچی سڑک کو اچھا سمجھ رہے تھے لیکن اب پتہ چلا کہ پکی سڑک کتنی بڑی نعمت ہے۔

ایسے ہی علمائے دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی سڑک کو جب بدعت کی مٹیوں سے صاف کر دیتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کا راستہ مل جاتا ہے تب لوگوں کو پتہ چلتا ہے کہ کہاں باپ دادا کا طریقہ اور کہاں اللہ کے پیغمبر کا طریقہ۔

تو دوستو! یہ تیجا چالیسواں محض رسمیں ہیں، پیسے بھی ضائع ہو رہے ہیں، دیگیں چڑھ رہی ہیں، اس میں صرف واہ واہ ملتی ہے لیکن یہ سنت سے ہٹی ہوئی چیزیں ہیں، نہ مردے کا کوئی فائدہ نہ کرنے والوں کو کوئی ثواب۔

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے وصیت فرمائی تھی کہ جب میں مر جاؤں تو میرے گھر پر کوئی ایسا اجتماع نہ کرنا، جس کا دل چاہے وہ اپنے گھر پر تنہائی میں تلاوت کرکے مجھے ثواب پہنچادے۔ میں نے بھی اپنی والدہ کے انتقال پر یہی

عمل کیا۔ اب قرآن خوانی کے لیے اجتماع کیا جاتا ہے، اس میں کھانے پینے کا انتظام کیا جاتا ہے، بعض وقت برادری والوں کو، دوست احباب کو موقع نہیں ہوتا، لیکن اکثر صرف اس لیے آتے ہیں کہ صاحب اگر آج ہم ان کے یہاں نہ جائیں گے تو وہ کل ہمارے یہاں نہیں آئیں گے، یہ سب دنیا ہے، اللہ کے لیے کوئی بہت ہی کم آتا ہے، جب نیت ہی صحیح نہیں ہوتی تو ثواب کیا ملے گا۔ ہم لوگ علماء سے پوچھتے نہیں کہ صحابہ نے بھی کبھی قرآن خوانی کے لیے ایسا اجتماع کیا تھا یا نہیں۔ اگر پوچھیں تو معلوم ہوگا کہ صحابہ نے کبھی اس قسم کا اجتماع نہیں کیا، اپنے اپنے گھر پر پڑھ کر بخش دیتے تھے، بس جو چیز صحابہ نے نہیں کی، اس میں برکت نہیں ہوسکتی لہٰذا آپ بھی ہمت کر کے اپنی برادری والوں سے کہہ دیجئے کہ ہم نہ تیجا کریں گے، نہ چالیسواں کریں گے، جس کو ہم سے محبت ہے وہ اپنے اپنے گھر پر قرآن پڑھ کر میری والدہ کو ثواب پہنچادے۔

اور ایک دوسری خرابی یہ ہے کہ مردوں کو ایصالِ ثواب کے لیے لوگ دیگیں پکوا کر یا نقد روپیہ لے جا کر جو جھونپڑیوں میں مانگنے والے پیشہ ور بیٹھے ہوئے ہیں ان کو دے آتے ہیں حالانکہ ان میں کوئی بھی غریب نہیں۔ میں بیس سال ناظم آباد میں رہا ہوں، سامنے جھونپڑیاں تھیں، دن بھر بھیک مانگتے ہیں اور شادیوں میں ہاتھی بلایا جاتا ہے۔ میں نے خود آنکھوں سے دیکھا ہے کہ وردی پوش بینڈ باجے والے لاتے تھے، زکوٰۃ کھاتے ہیں، صدقہ و خیرات لیتے ہیں اور حال یہ ہے کہ عورتوں کے ہاتھوں میں سونے کی چوڑیاں چڑھی ہوئی ہیں، گانجہ اور چرس پیتے ہیں، ریڈیو پر گانے سنتے ہیں، نماز ایک وقت کی نہیں پڑھتے، لیکن بدھو لوگ ان کو جا کر زکوٰۃ خیرات دے آتے ہیں۔ ظالم پوچھتے بھی نہیں علماء سے کہ ہمیں کہاں دینا چاہئے۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب کی قبر پر ایک معذور بیٹھا رہتا تھا، اس کا ایک ہاتھ ٹیڑھا تھا، ہم لوگ بھی اس کو کچھ دے دیتے تھے کہ مجبور ہے۔ ایک دن میرے مطب پر آیا اور کہا کہ صاحب میری شادی ہونے والی ہے، کوئی زبردست معجون دیجئے۔ میں نے کہا کہ بھائی زبردست معجون کے لیے پیسہ بھی زبردست لگے گا۔ کہنے لگا کہ زیادہ سے زیادہ ایک ہزار کا ہوگا اور کیا ہوگا۔ میں نے کہا کہ تم تو بھیک مانگتے ہو، پیسہ کہاں سے لاؤ گے؟ اس نے میرے کان میں کہا کہ میرا اکاؤنٹ ہے بینک میں، آپ کوئی فکر نہ کریں۔ آج کل جن کو ہم غریب سمجھتے ہیں ان پر خود زکوٰۃ فرض ہے، انہوں نے مانگنا پیشہ بنا رکھا ہے، ہر چوراہے پر

آپ کو ملیں گے۔ مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو پیشہ ور کو دیتا ہے وہ اس کی عادت خراب کررہا ہے اس لیے وہ بھی گنہگار ہوگا، لہٰذا پیشہ وروں کو دینا جائز نہیں۔ اور یہ لوگ ایکٹنگ کرنا بھی خوب جانتے ہیں۔ ایک کو دیکھا کہ سڑک پر بیٹھا ہوا سر ہلا رہا ہے جیسے رعشہ کا مریض ہے، پھر ایک دن جھونپڑی میں نظر آیا، دیکھا کہ بالکل صحیح ہے، ذرا بھی گردن نہیں ہل رہی تھی۔ بس اس زمانے میں ان پیشہ وروں کو دے کر اپنا پیسہ ضائع نہ کیجئے، ان کا غول کا غول ہے، یہ یہاں سے عرب بھی جاتے ہیں وہاں بھی بھیک مانگتے ہیں اور جیب بھی کترتے ہیں۔ ملتزم جہاں پر انسان رو رو کر اللہ سے دُعا کرتا ہے وہیں یہ حاجی کی جیب صاف کردیتے ہیں لہٰذا ان کو نہ دیجئے۔ آج کل اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا بہترین مصرف دینی ادارے ہیں، دینی اداروں میں جو کام ہوتا ہے یہ صدقۂ جاریہ ہے کیونکہ جو حافظ ہوگیا وہ دوسروں کو حافظ بنائے گا، ایک عالم بن گیا وہ دوسروں کو عالم بنائے گا، اس طرح قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا اور قیامت تک ثواب پہنچتا رہے گا۔ مدارس سے اُمت تک دین پہنچتا ہے اور کام آگے بڑھتا رہتا ہے۔

اگر میں نے اعظم گڑھ میں علم دین نہ پڑھا ہوتا تو آج آپ کو قرآن و حدیث کیسے سناتا، میں تو حکیم تھا، اگر بعد میں علم دین حاصل نہ کرتا تو صبح صبح مریضوں کے پیشاب پاخانہ کا معاینہ کرتا۔ بارہ سال تک دُعا کرتا رہا کہ اے اللہ! دنیا کے کاموں میں میرا دل نہیں لگتا، اپنے نام کے صدقہ میں مجھے دو روٹی عطا فرمادیجئے اور اپنے ذکر کے علاوہ مجھے کسی کام میں مشغول نہ کیجئے اور میری روح کو ایسی تیز والی محبت عطا کردیجئے کہ مجھ کو دیکھ کر آپ کے بندوں کے دل آپ کے لیے تڑپ جائیں۔ الحمدللہ! دس بارہ سال سے میں بالکل دواخانہ جاتا ہی نہیں۔ دواخانہ، کتب خانہ میرے بیٹے مولانا محمد مظہر سلمہٗ چلارہے ہیں، میں وہاں بیٹھتا ہی نہیں، اللہ کا شکر ہے، اللہ کے نام کے صدقہ میں تمام ضرورتیں بھی پوری ہورہی ہیں۔

ایک بزرگ دعا کررہے تھے کہ اے اللہ! آپ کا بہت بڑا نام ہے جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنی مہربانی اور رحمت ہم پر کردیجئے۔ دیکھئے! کیسی پیاری دعا ہے۔ بعض وقت مجذوب سیدھے سادے دیہاتی اللہ والوں کے منہ سے ایسی دعا نکل جاتی ہے کہ بڑے بڑے عالم حیران رہ جاتے ہیں۔ بتایئے کیسی دعا ہے کہ اے اللہ! آپ کا بہت بڑا نام ہے، ہم اپنی نالائقی کا

اعتراف کرتے ہوئے آپ سے مانگتے ہیں کیونکہ آپ کریم ہیں، اگر آپ کریم نہ ہوتے تو ہمارا منہ اس قابل نہیں تھا کہ آپ سے ہم کچھ مانگ سکتے، لیکن آپ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام کریم ہے اور کریم کی تعریف محدثین نے یہ کی ہے کہ

اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِغَیْرِ اسْتِحْقَاقٍ وَبِدُوْنِ الْمِنَّۃِ [۱۸]

جو بلا حق اور بلا قابلیت دے دے، نااہلوں پر فضل فرمادے لہٰذا ہم اپنی نالائقی اور نااہلیت کے باوجود آپ سے مانگتے ہیں۔ ان شاء اللہ یہ دُعا رَد نہیں ہوگی، گنہگاروں کی دُعا بھی قبول ہوجائے گی، اگر یَاکَرِیْمُ کہہ کر مانگا ورنہ شیطان بہکاتا ہے کہ ارے! تیری دُعا کیا سنیں گے، تیرا منہ اس قابل کہاں؟ میں کہتا ہوں کہ ہم اپنا منہ کیوں دیکھیں، ہم اپنے اللہ کو کیوں نہ دیکھیں جو کریم ہیں۔

ایک بزرگ نے شیطان کو خوب جواب دیا جو ان کو اللہ کی رحمت سے مایوس کرنا چاہتا تھا۔ فرماتے ہیں ؎

مجھے اس کریم مطلق کے کرم کا آسرا ہے
ابے او گنہ کے بچے! مجھے کیا ڈرا رہا ہے

ایران کا ایک بادشاہ تھا، اس نے اپنے ملازم رمضانی سے کہا کہ رمضانی مگساں می آیند، اے رمضانی میرے پاس مکھیاں آرہی ہیں۔ اس نے کہا حضور! ناکساں پیش کساں می آیند، نالائق لائق کے پاس آرہی ہیں۔ اس کی عبارت کی لذت اور ادبیت کو دیکھئے کہ مگساں پر ناکساں کا قافیہ کیسا لگایا، بادشاہ نے اس کو بہت بڑا انعام دیا۔ مولانا شاہ عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس کو پڑھ کر مست ہوجاتے تھے۔ غضب کا جملہ کہا کہ نالائق لائق کے پاس آرہی ہیں۔ بس کیونکہ ہم نالائق ہیں جب ہی تو لائق کے پاس جارہے ہیں اپنے اللہ کے پاس جو کریم ہیں اور کریم وہی ہوتا ہے جو نالائقوں پر مہربانی کردے، جو لیاقت اور صلاحیت دیکھ کر دے وہ سخی تو ہوسکتا ہے کریم نہیں ہوسکتا۔ بس آپ کو زندگی بھر کے لیے اختر یہ نسخہ دے رہا ہے کہ جب بھی دعا مانگیں تو یہ سمجھ کر مانگیں کہ ہمارا پالا ایک کریم مالک سے ہے جو نااہلوں پر اپنی عطاؤں کی بارش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے کہیے کہ اے اللہ! آپ کریم ہیں، ہم کو اپنی نالائقی کا اعتراف ہے، ہم کو

---

[۱۸] مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۲/۳، باب التطوع، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

اپنے نالائق ہونے میں شک نہیں، لیکن اے خدا! آپ کے لائق اور کریم ہونے میں بھی شک نہیں کیونکہ آپ نے اپنے ننانوے ناموں میں سے اپنا ایک نام کریم بھی بتایا ہے۔ لٰہذا اپنی رحمت سے میری دُعا کو قبول کرلیجئے اور اس نالائق اور نااہل پر اپنے کرم کی بارش کردیجئے۔ مانگ کر تو دیکھئے پھر دیکھئے کیا ملتا ہے۔ اگر ہم خدا سے خدا کو مانگ لیں تو اللہ والے بھی بن جائیں کیونکہ رمضان میں عرش اُٹھانے والے جتنے بھی فرشتے ہیں سب کو حکم ہو گیا ہے کہ اب تم سُبۡحَانَ اللّٰہِ، اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ مت پڑھو، میری پاکی اور حمد اور عظمتِ شان بیان مت کرو بلکہ میرے بندے جو روزے رکھ رہے ہیں تم ان کی دعاؤں پر آمین کہتے رہو۔ دیکھئے! اللہ تعالیٰ کا کیا پیار اور کیا کرم ہے کہ رمضان میں فرشتوں سے اپنی عظمت و تعریف سب بند کرادیتے ہیں اور ان سے فرماتے ہیں کہ بس میرے روزہ داروں کی دعاؤں پر آمین کہتے رہو۔ سبحان اللہ!

آج کل رحمت کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، خوب مانگئے۔ بس آخر میں پھر یہی عرض کرتا ہوں کہ جب کسی کا انتقال ہو جائے تو اس وقت دو کاموں کا حکم ہے، ایک تو مرنے والے کو ثواب پہنچانا بدنی عبادت سے بھی اور مالی عبادت سے بھی اور دوسرے ان کے جانے سے پسماندگان کو یعنی رہ جانے والوں کو سبق حاصل کرنا کہ آج ان کی اور کل ہماری باری ہے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی طرح ہم بھی اس دنیا سے جارہے ہوں گے اور آج کل تو ایمرجنسی ویزے آرہے ہیں، ۴۵ سال کے مولانا سعدی مکہ شریف میں رہتے تھے، بڑے رئیس تھے، بڑے بڑے مکانات تھے، اچھے خاصے تھے۔ اچانک ٹیلیفون آتا ہے کہ چائے پی رہے تھے، ہاتھ سے چائے کی پیالی گری اور انتقال ہو گیا، نہ کوئی دل کی بیماری تھی، خوب اچھی صحت تھی۔ اس لیے دوستو! اپنے پیاروں کے انتقال سے ہم سب کو سبق حاصل کرنا چاہئے کہ ایک دن ہم کو بھی زمین کے نیچے جانا ہے، مردہ جب قبر کے اندر جاتا ہے تو زبانِ حال سے کہتا ہے ؎

شکریہ اے قبر تک پہنچانے والو! شکریہ
اب اکیلے ہی چلے جائیں گے اس منزل سے ہم

اور بزبانِ حال دوسرا شعر بھی پڑھتا ہے ؎

دبا کے قبر میں سب چل دیئے دُعا نہ سلام
ذرا سی دیر میں کیا ہو گیا زمانے کو

جن ماؤں نے ہمیں مر مر کے پالا تھا انہیں ماؤں پر آج ہم نے خدا کے حکم سے مٹی ڈالی ہے، یہ دن سب کو آنا ہے، اس لیے اس سے سبق حاصل کریں یعنی جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں کے لیے تیاری کریں۔

ایک بزرگ نے ایک شخص کو دو مختصر سی نصیحت فرمائی جس نے کہا تھا مختصر سی نصیحت کر دیجئے، زیادہ لمبے وعظ کا وقت نہیں، انہوں نے دو جملوں میں پورا دین پیش کر دیا، فرمایا کہ دنیا کے لیے اتنی محنت کرو جتنا دنیا میں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اتنی محنت کرو جتنا وہاں رہنا ہے، دونوں زندگیوں کا توازن نکال کر عقل و ہوش سے کام کرو کہ دنیا کے لیے کتنی محنت کرنی چاہیے اور آخرت کے لیے کتنی محنت کرنی چاہیے۔

بس اب دُعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ والدہ حفیظ الرحمٰن کی بے حساب مغفرت فرمائے اور ہم سب کے والدین اور اعزاء و اقرباء جو جاچکے ہیں سب کی بے حساب مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ہم سب کو آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے اور اے اللہ! آپ ہم سے راضی ہو جائیے اور اے اللہ! ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائیے کہ ہم ایک لمحہ کو بھی آپ کو ناراض نہ کریں، ہمارا کوئی سانس بھی آپ کے غضب و ناراضگی کے سائے میں نہ گذرے۔

ہماری زندگی کے جو شعبے آپ کی مرضی کے خلاف ہیں اے اللہ! ہمیں موت نہ دیجیے جب تک ہم ان کو آپ کی مرضی کے مطابق نہ بنالیں۔ اے اللہ! آپ ہم سے راضی ہو جائیے، آپ کی رضا اور خوشی سے بڑھ کر ہمارے لیے کوئی انعام نہیں اور اپنے اپنے وقت پر ایمان کامل پر ہم سب کا خاتمہ فرمائیے اور بے حساب مغفرت کو مقدر فرما دیجئے۔

خوش سلامت ما بہ ساحل باز بر
اے رسیدہ دستِ تو در بحر و بر

وَصَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ
بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

اس وعظ سے کامل نفع حاصل کرنے کے لیے یہ دستور العمل کیمیا اثر رکھتا ہے

دستور العمل

حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

وہ دستور العمل جو دل پر سے پردے اٹھاتا ہے، جس کے چند اجزاء ہیں، ایک تو کتابیں دیکھنا یا سننا۔ دوسرے مسائل دریافت کرتے رہنا۔ تیسرے اہل اللہ کے پاس آنا جانا اور اگر ان کی خدمت میں آمد و رفت نہ ہو سکے تو بجائے ان کی صحبت کے ایسے بزرگوں کی حکایات و ملفوظات ہی کا مطالعہ کر و یا سن لیا کرو اور اگر تھوڑی دیر ذکر اللہ بھی کر لیا کرو تو یہ اصلاحِ قلب میں بہت ہی معین ہے اور اسی ذکر کے وقت میں سے کچھ وقت محاسبہ کے لیے نکال لو جس میں اپنے نفس سے اس طرح باتیں کرو کہ

”اے نفس! ایک دن دنیا سے جانا ہے۔ موت بھی آنے والی ہے۔ اُس وقت یہ سب مال و دولت یہیں رہ جائے گا۔ بیوی بچے سب تجھے چھوڑ دیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ سے واسطہ پڑے گا۔ اگر تیرے پاس نیک اعمال زیادہ ہوئے تو بخشا جائے گا اور گناہ زیادہ ہوئے تو جہنم کا عذاب بھگتنا پڑے گا جو برداشت کے قابل نہیں ہے۔ اس لیے تو اپنے انجام کو سوچ اور آخرت کے لیے کچھ سامان کر۔ عمر بڑی قیمتی دولت ہے۔ اس کو فضول رائیگاں مت برباد کر۔ مرنے کے بعد تو اس کی تمنا کرے گا کہ کاش! میں کچھ نیک عمل کر لوں جس سے مغفرت ہو جائے، مگر اس وقت تجھے یہ حسرت مفید نہ ہو گی۔ پس زندگی کو غنیمت سمجھ کر اس وقت اپنی مغفرت کا سامان کر لے“۔

خوشی اور غمی انسان کی زندگی کا لازمی حصہ ہیں۔ صدمہ و غم میں بھی مومن کامل صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا۔ کسی پیارے کے انتقال پر انسان صدمہ کی جس کیفیت سے گزرتا ہے عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وعظ ''تسلیم و رضا'' کے مضامین اس صدمہ کی تسلی کے لئے تیر بہدف مرہم کا اثر رکھتے ہیں۔

حضرت والا نے اپنے اس وعظ میں مومن کو پہنچنے والے غم و صدمہ کے بارے میں جس طرح اللہ کی شان رحمت کا ذکر کیا ہے وہ قابل وجد اور قرآن و سنت سے مدلل ہے۔ ان شاء اللہ اس وعظ کو پڑھنے سے نہ صرف انسان کو غم کی حالت میں صبر آجاتا ہے بلکہ اس غم کو برداشت کرنے کے لیے تسلی بھی حاصل ہوتی ہے۔

www.khanqah.org

AW-006

ناشر